پاکستان میں زکوٰۃ کی متوقع آمدنی

جناب ابوالعرفان صاحب

مقالہ نگار پاکستان قومی بنک کے ایک اونچے عہدیدار ہونے کی وجہ سے بنکاری کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں صحیح اعداد و شمار فراہم ہونے کے باوجود انہوں نے پاکستان میں زکوٰۃ کی مد سے متوقع آمدنی کا اندازہ لگایا ہے اگر کوئی صاحب علم اس موضوع پر اظہار خیال کرنا چاہیں تو ترجمان القرآن کے صفحات ان کے لیے حاضر ہیں۔

پاکستان میں زکوٰۃ مندرجہ ذیل اشیاء و تمسکات پر واجب ہے۔

۱۔ افراد کی نجی بچتیں۔

۲۔ سونا اور چاندی بصورت زیورات وغیرہ علاوہ اس سونے کے جو حکومت کی ملکیت ہے۔

۳۔ وہ رقوم جو بوجہ سرمایہ کاری تمسکات میں تبدیل ہو گئی ہوں مثلاً:-

و۔ قومی بچت کی مختلف نوعیتوں کے سرٹیفیکیٹ۔

ب۔ نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ کے یونٹس۔

ج۔ تجارتی اداروں کے حصص۔

د۔ انعامی بانڈز۔

۴۔ اموال تجارت (ہر قسم کے)

۵۔ زرعی پیداوار

۶۔ مویشی

۷۔ جواہرات۔

۸۔ معدنیات۔

۹۔ رقوم بشکل

ا۔ بنکوں میں جمع کردہ رقوم۔

ب۔ پراویڈنٹ فنڈ بیلنس۔

ج۔ انشورنس۔

مندرجہ بالا فہرست پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ ان مدات میں سے ایک بڑی تعداد ایسی اشیا اور تمسکات پر مشتمل ہے جس کی صحیح مالیت کا تعین آج اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی کا ڈھانچہ تقریباً وہی ہے جسے فرنگیوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے کے لیے قائم کیا تھا۔ کہنے کو ہمارے یہاں اعداد و شمار مرتب کرنے کے لیے وفاقی حکومت کا ایک بہت بڑا ادارہ موجود ہے لیکن یہ اعداد و شمار اس طرح مرتب کیے جاتے ہیں کہ ان کی بنیاد پر زکوٰۃ کا تعین قدرے ناممکن ہے۔ حکومت کا بجٹ ہو یا پیداوار کے مختلف گوشوارے، بہر صورت نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ کم و بیش یہی حال صنعتی اور تجارتی اداروں کی پیداوار، نفع و نقصان اور سرمائے کے حساب کتاب کا ہے۔ انکم ٹیکس کے سلسلہ میں جو اعداد و شمار مختلف طریقوں سے مرتب کیے جاتے ہیں وہ بھی زکوٰۃ کے نقطۂ نگاہ سے کچھ سود مند نہیں۔ لہٰذا اسلامی حکومت کے لیے یہ لازمی ہو گا کہ وہ عوام کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ ایسے جامع گوشوارے مرتب کرے جو لوگ از خود پُر کر کے حکومت کو پیش کریں اور خود ہی اپنی زکوٰۃ کا حساب لگا کر اُسے عاملینِ زکوٰۃ کے سپرد کر دیں۔ عاملینِ زکوٰۃ ان پُر شدہ گوشواروں کو جانچ لیں تاکہ اگر بھول چوک ہو گئی ہو تو اُسے درست کیا جا سکے۔ یہ کہنا کافی ہو گا کہ خدا ترس لوگ اخلاقی نظم و ضبط کے تحت پوری پوری زکوٰۃ ادا کرنا بہتر سمجھیں گے چہ جائیکہ وہ بخل اور جھوٹ سے کام لیں۔ اللہ کی خوشنودی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کی باز پرس اسلامی نظامِ حیات کے ایسے عناصر ہیں جن سے اسلامی حکومت میں کردار نکھرتا رہتا ہے۔ مزید برآں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نظامِ سرمایہ داری اور سوشلزم کے برخلاف اسلامی ضابطۂ حیات میں افراد اور حکومت کے مابین تنافر کے بجائے تعاون کا جذبہ کارفرما ہو گا۔

لہٰذا فی الحال زکوٰۃ کی کل رقم کا تخمینہ اتنا صحیح نہیں ہوگا جتنا کہ اسے ہونا چاہیے۔ مختلف اعداد و شمار جو ہم نے جمع کیے ہیں ان میں سے بیشتر مرکزی دفتر اعداد و شمار گورنمنٹ آف پاکستان سے ماخوذ کچھ اسٹیٹ بنک آف پاکستان اور کچھ دوسرے ذرائع پر مشتمل ہیں۔ انشاء اللہ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد تمام مطلوبہ اعداد و شمار بآسانی مہیا ہو سکیں گے۔

اب ہم جو کچھ ہمیں میسر آیا ہے اس کی بنیاد پر زکوٰۃ کی مد سے آمدنی کا اندازہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ افراد کی بچت | اس مد میں کل رقم کیا ہوگی اس کا تعین تقریباً ناممکن ہے تاہم اس کا تعین حسب ذیل طریقہ سے کیا گیا ہے:

ا:۔ پاک کرنسی کے کل نوٹ جو تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء۔	۱۴۴۹٫۱۰ کروڑ روپیہ
ب:۔ وہ نقد رقم جو اسٹیٹ بنک اور دیگر بنکوں میں بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء موجود تھی۔	۴۱۸٫۰۰ کروڑ روپیہ
ج۔ وہ رقم جو عام افراد کی تحویل میں ہے۔	۱۰۳۱٫۱۰ کروڑ روپیہ
د۔ اس میں سے اس رقم کو وضع کر دیجیے جو صاحب نصاب نہیں ہیں ہمارے خیال میں یہ رقم دو ارب روپے ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ اڑھائی ارب روپے ہو لہٰذا تخمیناً ۲۳۱٫۱۰ کروڑ روپیہ مزید وضع کر دیجیے۔	۲۳۱٫۱۰ کروڑ روپیہ
ہ۔ باقی بچی وہ رقم جس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔	۸۰۰٫۰۰ کروڑ روپیہ
و۔ زکوٰۃ بشرح ۲½ فی صد۔	۲۰٫۰۰ کروڑ روپیہ

۲۔ سونے چاندی کی سلاخیں اور زیورات و برتن | اس ضمن میں صحیح اعداد و شمار کا تعین فی الوقت ناممکن ہے صدیوں سے ہماری خواتین سونے چاندی کے زیورات نہ صرف پسند کرتی ہیں بلکہ انہیں دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہیں۔ رؤساء کے یہاں چاندی کے برتن بھی خاصی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ہماری کل آبادی تقریباً ۱۲½ کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ اوسطاً اگر ایک خاندان میں ۵ افراد ہیں تو پاکستان میں کل خاندانوں کی تعداد ۲½ کروڑ بنتی ہے۔ اوسطاً اگر ایک خاندان کے پاس ایک تولہ سونا ہو تو

کل سونا کی مقدار ۱½ کروڑ تولہ سونا ہوتی ہے جس کی مالیت بشرح ۶۰۰/- روپے فی تولہ مبلغ ۹ ارب روپیہ ہوگی۔

ہم فرض کرتے ہیں تمام سونے چاندی کے زیورات، برتن یا سلاخیں مبلغ ۹ ارب روپیہ کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تخمینہ میں غیر مسلم اور وہ تمام اصحاب بھی شامل ہیں جو صاحب نصاب نہیں ہیں لہذا ۴ ارب روپیہ اس میں سے وضع کر دیجیے۔ اس طرح اس مد میں پانچ ارب روپے کی رقم بچتی ہے جس پہ زکوٰۃ بشرح ۲½ فی صد ۲۰۵۰ کروڑ بنتی ہے۔

| ۳۔ قومی بچت کی مختلف اسکیمیں | الف۔ اس میں سب سے پہلے سیونگ سرٹیفکیٹس کو لیجیے، یہ تین قسم کے ہیں

خاص بچت کے تمسکات۔

قومی بچت کے تمسکات۔

دفاعی بچت کے تمسکات۔

یہ تمسکات خاص وعام ہر شخص خریدتا ہے۔ سرکاری اور نیم سرکاری ادارے بھی اپنی بچی ہوئی رقوم کو انہیں مدات پر خرچ کرتے ہیں۔ ان اسکیموں کے ذریعے سے ۳۰ رجون ۱۹۷۶ء تک کل رقم ۹۷۰۵۰ کروڑ روپیہ جمع ہوئی۔

ب۔ اس کے علاوہ حکومت پاکستان نے قومی بچت کے حسب ذیل کھاتے بھی کھول رکھے ہیں۔

بچت کھاتے۔

مقررہ میعاد بچت کھاتے۔

خاص بچت کھاتے۔

بونس بچت کھاتے۔

منافع اور بونس بچت کھاتے۔

ان مختلف کھاتوں کے ذریعے ۳۰ رجون ۱۹۷۶ء تک کل رقم ۸۶۔۳۔۱۳ کروڑ روپیہ حاصل ہوئی۔

ج۔ نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ یونٹس:۔ یہ بھی حکومت ہی کا قائم کردہ ایک ادارہ ہے جو لوگوں کی بچت سے سرمایہ کاری کے ذریعہ ملکی معیشت کی خدمت انجام دیتا ہے اس مد میں ۳۰ رجون ۱۹۷۶ء تک کل رقم ۸۹۔۶۹ کروڑ روپے جمع تھی۔

د ۔ تجارتی اداروں کے حصص :۔ یہاں ہم صرف ان اداروں کے حصص شمار کریں گے جنہیں باضابطہ طور پر کراچی حصص مارکیٹ میں رجسٹرڈ کرایا گیا ہے۔ ان اداروں کے تمام معمولی حصص کی کل مالیت بازار نرخ کے بموجب ۳۰ ۔ دسمبر ۱۹۷۶ء کو ۵۳ ۔ ۴۶۰ کروڑ روپیہ تھی۔ صنعت و تجارت ملکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ بھٹو حکومت کی عاقبت نااندیشانہ حکمتِ عملی کی وجہ سے پاکستان کی معیشت تقریباً تباہ ہو گئی۔ اگر ذرا تدبر سے کام لیا جاتا تو صرف ۲ سال کے اندر یہ رقم دگنی ہو سکتی تھی۔ سردست ہم صرف اسی رقم کو یعنی ۵۳ ۔ ۴۶۰ کروڑ روپیہ کی بنیاد پہ زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں۔

س ۔ انعامی بانڈز :۔ انفرادی بچت کو سرمایہ کاری کی طرف راغب کرنے کے لیے حکومت پاکستان نے انعامی بانڈز کی اسکیم چلائی۔ انعامی بانڈز کے ذریعے حاصل کردہ رقم پر جو "سود" حاصل کیا جاتا ہے اس کا کچھ حصہ انعامات کی شکل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح انعامی بانڈز کی اسکیم "لاٹری" کی دوسری شکل ہے اور پوری قوم کو بلا وجہ جوئے اور سود کی لعنت میں گرفتار کر دیا گیا ہے۔ اس اسکیم کے ذریعے سے ۳۰ ۔ دسمبر ۱۹۷۶ء تک ۸۷ ۔ ۷۹ کروڑ روپیہ حاصل ہوئے۔

ص ۔ کل زکوٰۃ مع سرمایہ کاری ۔ اس مد میں ہم نے قومی بچت کی مختلف سکیمیں، قومی بچت کے مختلف کھاتے، نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ یونٹس، تجارتی اداروں کے حصص اور انعامی بانڈز کا ذکر کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے پاکستان میں سرمایہ کاری کا مکمل اندازہ کر لیا ہے۔ عملی اور حقیقی صورت اس سے کہیں وسیع تر ہو گی۔ بہر نوع ہمارے متذکرہ بالا تخمینہ کے بموجب سرمایہ کاری پر کل زکوٰۃ حسب ذیل ہو گی:۔

ذیلی مد	کل رقم محل زکوٰۃ
ا ۔ قومی بچت کی اسکیمیں	۹۷,۵۰,۰۰,۰۰۰ روپیہ
ب ۔ قومی بچت کے کھاتے	۱۳۳,۸۶,۰۰,۰۰۰ 〃
ج ۔ قومی سرمایہ کاری کے یونٹس	۶۹,۸۹,۰۰,۰۰۰ 〃
د ۔ تجارتی اداروں کے حصص	۴۶۰,۵۳,۰۰,۰۰۰ 〃
س ۔ انعامی بانڈز	۷۹,۸۷,۰۰,۰۰۰ 〃
میزان :	۸۴۱,۶۵,۰۰,۰۰۰ 〃
زکوٰۃ بشرح ۲½ فیصد :	۲۱,۰۴,۱۲,۵۰۰ 〃

۴۔ اموالِ تجارت حصولِ زکوٰۃ کی یہ مد مالیاتی اعتبار سے نہایت اہم ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس ضمن میں اعداد و شمار بالکل ناپید ہیں۔ لہٰذا ملک میں اموال تجارت کی مالیت کا تعین کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر ہماری پچھلی حکومتوں میں سے کوئی بھی حکومت دین اسلام کے بارے میں ذرا بھی مخلص ہوتی تو وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ بنیادی کام ضرور انجام دیتی۔ اِن حالات میں تخمینہ خاطر ہم نے ذیل کا طریق کار اختیار کیا ہے۔

آبادی کے اعداد و شمار کی رُو سے ہمارے ملک میں کراچی اور لاہور کو چھوڑ کر پچاس ایسے شہر ہیں جن کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ان میں سے دس درمیانی قسم کے بڑے شہر ہیں جن کی آبادی ۲ لاکھ سے ۸ لاکھ تک ہے۔ مثلاً راولپنڈی، لائل پور، ملتان، سیالکوٹ، پشاور، اور کوئٹہ وغیرہ۔ ان شہروں میں تھوک اور پرچون کی ایسی دوکانیں جن کے اموالِ تجارت کی مالیت ۳ لاکھ روپیہ اور اس سے زائد ہو، ان کی مجموعی تعداد حسبِ ذیل ہو سکتی ہے:

کراچی میں	۲,۵۰۰	دوکانیں	
لاہور میں	۱,۰۰۰	"	
دس بڑے شہروں میں	۵,۰۰۰	"	(۵۰۰ دوکانیں فی شہر)
چالیس عام شہروں میں	۸,۰۰۰	"	(۲۰۰ دوکانیں فی شہر)

دوکانوں کی کل تعداد ۱۶,۵۰۰ جنہیں اگر تین لاکھ روپے سے ضرب دی جائے تو ان تمام دوکانوں میں اموالِ تجارت کی کل مالیت ۴۹۵ کروڑ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ سے کم آبادی والے شہر بھی کافی تعداد میں ہیں۔ تخمینہ کی خاطر مؤخر الذکر شہروں کی دوکانوں کے اموال تجارت کی کل مالیت ہمارے خیال میں ۱۰۵ کروڑ ضرور ہوگی۔[1] اس طرح پورے ملک میں اموال تجارت کی مجموعی مالیت ۶۰۰ کروڑ روپیہ بنی جس میں اڑھائی فیصد شرح سے کل زکوٰۃ ۱۵ کروڑ روپے ہوتی۔

ہمارا یہ تخمینہ کہاں تک صحیح ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ایک چیز سخت پریشان کن ہے کہ جس ملک میں اموال تجارت کی کل مالیت ۶۰۰ کروڑ روپیہ ہو اس ملک میں ۱۶ ارب روپیہ کی کرنسی کہا گیا

[1] ہمارے نزدیک یہ تخمینہ بہت ہی کم ہے۔

جوانہ ہے؟

۵ - زرعی پیداوار | زرعی پیداوار پر جو زکوٰۃ عائد کی جاتی ہے شریعت میں اُسے عشر کہتے ہیں۔ مالیاتی لحاظ سے زکوٰۃ کا یہ اہم ترین شعبہ ہے۔ وجہ واضح ہے۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے تقریباً ۷۰ فیصد افراد کا انحصار زراعت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری کل پیداوار جو تقریباً ۱۰۰۱۶ ارب روپیہ ہے

——— صنعت و حرفت کا حصہ تقریباً ۱۷ ارب روپیہ ہے (یہ اعداد و شمار ۷۵-۷۴ سے متعلق ہیں اور حکومت پاکستان کے مرتب کردہ "نیشنل اکاؤنٹس" سے ماخوذ ہیں۔

ا - عشر اور نصف عشر کی شرح :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ بارانی زمینوں کی پیداوار نیز ان درختوں کی پیداوار جو اپنی جڑوں سے بغیر بارش وغیرہ کے پانی کھینچ لیتے ہیں۔ اور چشموں (ندی، نالوں، نہروں) سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار پر دسواں حصہ زکوٰۃ (یعنی عشر ۱۰ فیصد) فرض ہے۔ برخلاف اس کے مصنوعی آبپاشی سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار پر بیسواں حصہ (یعنی نصف عشر یا ۵ فیصد) زکوٰۃ فرض ہے۔

"محمد بن عبدالرحمنؒ انصاری فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی اور حضرت عمر فاروقؓ کے مکتوب گرامی میں لکھا ہے بارانی زمین جو بارش یا نہروں سے سیراب ہو اور اپنی جڑوں سے پانی کھینچ لینے والے درختوں کی پیداوار پر دسواں حصہ اور اس کھیتی پر جس کو جانور کے ذریعے سیراب کیا جائے بیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی" (کتاب الاموال، امام ابو عبیدہ : ۱۴۱۲)

اس مضمون کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"بارانی زمینوں پر دسواں حصہ اور رہٹ اور جانوروں کے ذریعے آبپاشی کی جانے والی زمینوں پر بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔"

ب - زرعی پیداوار کا نصاب :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی اس سلسلہ میں کیا ہیں؟

"حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں"۔ (بخاری و مسلم) (مشکوٰۃ شریف ۱۴۰۲)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو پیداوار

پانچ وسق[1] سے کم ہو اس میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں"۔ (کتاب الخراج: امام ابو یوسفؒ: ۱۹۵)

ج۔ پھلوں کی پیداوار پر زکوٰۃ:۔ پھلوں کی پیداوار پر زکوٰۃ متعین کرنے کے وہی اصول ہیں جو زرعی پیداوار کے سلسلے میں اوپر بیان کیے جا چکے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں حضورؐ نے فرمایا "جب تم (باغات کا) اندازہ لگایا کرو تو تہائی حصہ چھوڑ دیا کرو اور اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی (ضرور) چھوڑ دیا کرو۔ (کتاب الاموال ۱۴۴۸)۔ مکحول کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تخمینہ لگانے والوں کو بھیجتے تو فرماتے تھے "تخفیف کرنا اس لیے کہ مال (باغات) میں عاریتاً" دیا ہوا کھجوروں کے درخت اور راہ گیروں کا حصہ بھی ہوتا ہے"۔ (کتاب الاموال ۱۴۵۳)۔ عاریت دیے ہوئے درختوں سے مراد پھلوں کے وہ درخت ہیں جنہیں مالک درختوں کے پھلوں کا سودا کرتے وقت اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے الگ کر لیتا ہے۔

د۔ سبزیوں پر زکوٰۃ:۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے"(کتاب الاموال، ۱۵۰۷)۔ حضرت جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ میں نے میمون سے کہا "ان پر جب تک انہیں فروخت نہ کیا جائے، کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن جب انہیں فروخت کر دیا جائے اور ان کی قیمت دو سو درہم ہو جائے تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہو گی" کتاب الاموال، ۱۵۲۲)

س۔ غلہ کے کھیت یا باغ فروخت کرنے پر اس کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا: غلہ اور پھلوں کی پیداوار کی ملکیت پر ایک سال گذرنے کی قید نہیں ہے بلکہ ان پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ پک جائیں۔ لہٰذا اگر خرید و فروخت کھیتی کے تیار ہونے اور پھلوں کے پک جانے سے قبل طے پاتی ہے تو زکوٰۃ خریدار ادا کرے گا۔ بصورت دیگر زکوٰۃ کی ادائیگی فروخت کرنے والے پر عائد ہو گی۔

ص۔ زرعی پیداوار پر کل زکوٰۃ کا تخمینہ: زرعی پیداوار سے متعلق ان چند ضروری مسائل کا

---

[1] پانچ وسق" سے مراد تقریباً ۲۰ من ہے (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ جلد اول حاشیہ صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ قرآن محل۔ مولوی مسافر خانہ کراچی)۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "زمین سے تھوڑا یا بہت، جو کچھ بھی پیدا ہو اس میں عشر (یا نصف عشر) واجب ہے" حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بھی یہی رائے ہے۔

ذکر کرنے کے بعد ہم اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ زرعی پیداوار کا صحیح تخمینہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ کل زیر کاشت رقبہ کا الگ الگ حساب لگایا جائے ۔ یعنی کتنی زمین بارانی ہے ، کتنی نہری اور ندی نالوں سے سیراب ہوتی ہے ، کتنی مصنوعی آبپاشی کے ذریعہ کاشت کی جاتی ہے ؟ ساتھ ہی ساتھ اس چیز کا علم بھی ہونا چاہیے کہ ان مختلف اقسام کی زمینوں کی کل پیداوار علیحدہ علیحدہ کتنی ہے ؟ افسوس کہ ہماری وفاقی حکومت کے اعداد و شمار کے ڈویژن نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی ۔ مندرجہ ذیل معلومات دوسرے ذرائع سے فراہم ہوتی ہیں :-

اہم فصلیں	قیمت	۱۷۶۲ ـ ۳۰	کروڑ روپیہ
غیر اہم فصلیں	قیمت	۴۵۶ ـ ۸۰	″ ″
کل قیمت		۲۲۱۹ ـ ۱۰	″ ″

(ملاحظہ ہو نیشنل اکاؤنٹس برائے سال ۷۵ - ۱۹۷۴ء مرتبہ وفاقی حکومت)

پاکستان کی سالانہ اعداد و شمار کی کتاب برائے ۱۹۷۵ء کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۲ - ۱۹۷۱ء میں کل رقبہ جو زیر کاشت تھا ۴ ر ۱۷ ر ۶۰ ر ۰۰۰ ـ ایکڑ (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۰) ۔ برخلاف اس کے صفحہ ۴۳ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کل زیر کاشت نہری زمین ۷۷ - ۱۹۷۶ء میں ۲ ر ۸۲ ر ۱۰ ر ۰۰۰ - ایکڑ تھی ۔ ان اعداد و شمار کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۶۰ فیصد زیر کاشت رقبہ نہری زمینوں پر مشتمل ہے ۔ باقی ماندہ میں سے ۲۰ فیصد بارانی ہو سکتا ہے ۔ بالفاظ دیگر ۸۰ فیصد رقبہ وہ ہے جس پر عشر عائد ہوتا ہے اور ۲۰ فیصد رقبہ وہ ہے جس پر نصف عشر واجب ہے ۔ مجموعی زکوٰۃ کے تخمینہ کے تعین کے لیے ہم زرعی پیداوار کی کل قیمت کو اسی نسبت سے منقسم کرتے ہیں ۔

مالیت زرعی پیداوار	۱۷۷۵ ـ ۲۸	کروڑ روپیہ	برائے عشر
مالیت زرعی پیداوار	۴۴۳ ـ ۸۲	کروڑ روپیہ	برائے نصف عشر
کل مالیت	۲۲۱۹ ـ ۱۰	کروڑ روپیہ	

لہٰذا عشر اور نصف عشر کی رقم حسبِ ذیل ہوئی۔

عشر	۱,۷۷,۵۲,۸۰,۰۰۰	روپیہ
نصف عشر	۲۲,۱۹,۱۰,۰۰۰	روپیہ
زکوٰۃ کی کل رقم	۱,۹۹,۷۱,۹۰,۰۰۰	روپیہ

اس طرح زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کی کل رقم تقریباً ۲ ارب روپیہ ہوگی۔

۶۔ مویشی مویشیوں سے متعلق زکوٰۃ کے احکامات سیم وزر اور زرعی پیداوار سے قطعاً مختلف ہیں۔ مال وزر پر چالیسواں حصّہ، زرعی پیداوار پر دسواں اور بیسواں حصّہ ہے، لیکن مویشیوں کے بارے میں نہ صرف شرح نصاب مختلف جانوروں کے لیے الگ الگ ہے، بلکہ حدِ نصاب بھی مختلف ہے مثلاً بکریوں کا نصاب ۴۰ بکریاں اور گائے کا نصاب ۳۰ ہے۔ اونٹوں کے معاملہ میں نصاب صرف ۵ راُونٹ ہے۔

اس ضمن میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان مویشیوں پر زکوٰۃ معاف ہے جو ذاتی استعمال کے لیے پالے جاتے ہیں۔ مثلاً سواری کے لیے، گھر کے دُودھ کے لیے، یا مال برداری کے لیے یا کھیتوں میں ہل چلانے کے لیے۔ اسی طرح وہ جانور جو مصنوعی آبپاشی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں وہ بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔

تیسری بات جو اس سلسلہ میں احادیث، آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء کی آراء سے واضح ہوتی ہے یہ ہے کہ اگر مویشی ریوڑ وغیرہ کی شکل میں برائے افزائشِ نسل پالے جاتے ہوں تو ان پر زکوٰۃ متعین کردہ شرح کے بموجب وصول کی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص مویشیوں کی تجارت کرتا ہے تو ایسے مویشیوں پر زکوٰۃ سال ختم ہونے پر لی جائے گی اور اموال تجارت کی طرح ان کی کل قیمت پر ۲½ فیصد کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

ان ضروری گذارشات کے بعد آیئے دیکھیں کہ مویشیوں سے متعلق جو اعداد دستیاب ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟ حکومت پاکستان کے مرتب کردہ نیشنل اکاؤنٹس برائے سال ۷۵-۱۹۷۴ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں مویشیوں کی کل مالیت ۹۶۱٫۶۰ کروڑ روپیہ ہے۔ ان مویشیوں میں مختلف جانوروں اور ان کی الگ الگ تعداد کیا ہے اور ان میں کتنے تجارتی اور کتنے غیر تجارتی ہیں،

اس قسم کی کوئی اطلاع ان اعداد و شمار کے سلسلے میں بیان نہیں کی گئی ہے۔ ان حالات میں ہم ان جانوروں کی قیمت کا تخمینہ اندازہ نقطۂ نظر سے ہی حساب لگا سکتے ہیں۔ مویشیوں کی کل مالیت اگر مبلغ ۱۰۰۶ اور ۹۶ کروڑ مان لی جائے تو ان پر زکوٰۃ بشرح ۲½ فیصد مبلغ ۲۴ کروڑ ۴ لاکھ روپے بنتی ہے۔ یہ صرف تخمینہ ہے اور انشاء اللہ صحیح زکوٰۃ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔

۷۔ جواہرات

۸۔ معدنیات اور رکاز

رکاز ان دفینوں کو کہتے ہیں جو گذشتہ زمانوں کے لوگ حفاظت کی غرض سے زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس گری پڑی چیز کے متعلق کیا حکم ہے جو آباد راستہ میں مل جائے۔ حضورؐ نے فرمایا "اس گری پڑی چیز کے متعلق ایک سال تک لوگوں کے اندر اعلان کرتے رہو۔ اس اثنا میں اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے لوٹا دو ورنہ تمہاری ہو گئی۔" پھر اس شخص نے دریافت کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیم ویرانوں سے جو کچھ ملے اس کا کیا حکم ہے؟" آپؐ نے فرمایا "اس میں نیز زمین کے مدفون مال میں سے خمس (⅕) دیا جائے گا۔" لہذا دفن شدہ مال اگر کسی کو مل جائے تو اس کی کل مالیت کا ⅕ حصہ بحیثیت زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے۔ اس پس منظر میں علماء کے ایک گروہ نے کانوں سے نکلنے والے مال کو بھی "رکاز" ہی کے زمرہ میں شمار کیا ہے اور ایسے تمام اموال پر خمس کی ادائیگی واجب قرار دی ہے۔

لیکن فقہاء کا ایک دوسرا گروہ معدنیات کو "رکاز" سے قطعاً مختلف چیز قرار دیتا ہے۔ اس گروہ کے خیال میں معدنیات پر صرف زکوٰۃ واجب ہے۔

"ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ متعدد علماء (صحابہؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث کو قبلیہ کی کانیں عطا فرمادی تھیں۔ چنانچہ آج تک ان کانوں پر صرف زکوٰۃ ہی لی جا رہی ہے۔" (کتاب الاموال ۸۶۳)۔

"عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کانوں (کی پیداوار) سے زکوٰۃ لی۔" (کتاب الاموال: ۸۶۴)

یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر سے مروی ہے کہ مالک نے کہا: "کان بمنزلہ کھیت ہے اور اس

(کی پیداوار) میں سے اسی طرح زکوٰۃ لی جائے گی جس طرح کھیت کاٹنے پر اس (کی پیداوار) سے زکوٰۃ لی جاتی ہے اور "کان" "رکاز" نہیں ہے۔ "رکاز" تو مٹی کا وہ دفینہ ہے جو بغیر سرمایہ لگائے ہاتھ لگ جائے اور جس کے حاصل کرنے میں کوئی زیادہ مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی۔

مفکرِ اسلام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ:-

"معدنیات کے بارے میں ہمارے نزدیک سب سے بہتر مسلک حنابلہ کا ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو زمین سے نکلتی ہیں، خواہ وہ دھات کی قسم سے ہوں، یا مائعات (پٹرول، پارہ وغیرہ) کی قسم سے، ان سب پر ۲½ فیصد زکوٰۃ ہے جبکہ ان کی قیمت بقدر نصاب ہو اور جبکہ وہ پرائیویٹ ملکیت میں ہوں۔ اسی مسلک پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت میں عمل بھی تھا۔ (المغنی لابن قدامہ، ج ۲، ص ۵۸۱)"۔

معاشی نقطہ نظر سے معدنیات اور مدفون خزانوں میں فرق ہے۔ اوّل الذکر کے حصول میں کافی سرمایہ اور محنت صرف ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے دفن شدہ خزانہ ہاتھ لگنے کی بات ہے۔ اس میں نہ سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ محنت کی۔ لہٰذا معاشی عدل کے بموجب مناسب یہ ہے کہ معدنیات پر ۲½ فیصد زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

ہمارا ملک اللہ کے فضل سے معدنی دولت سے مالا مال ہے لیکن معدنیات کا بیشتر حصہ حکومت کی اپنی تحویل میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ حکومت نے ان معدنیات کو زمین سے نکالنے اور اُن کی خرید و فروخت کرنے کے لیے مختلف صنعتی اور تجارتی لمیٹڈ کمپنیاں قائم کر دی ہیں جس میں عوام کا سرمایہ بھی لگا ہوا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ معدنیات حکومت کی اپنی تحویل میں ہیں۔ ہمارے خیال میں وہ تمام معدنیات جو انفرادی ملکیت میں یا لمیٹڈ کمپنیوں کی تحویل میں ہیں ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس طرح ان معدنیات کی کل پیداوار کی مالیت پر ۲½ فیصد شرح سے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔

حکومت پاکستان کے اعداد و شمار کے بموجب ہماری معدنی دولت کی کل پیداوار ۱۹۷۴-۷۵ء میں مبلغ ۷۶۰ء۹۰ کروڑ روپیہ تھی۔ اس میں پٹرول، سوئی گیس وغیرہ کی رقوم شامل نہیں ہیں لہٰذا ہم اس کل رقم کو محل زکوٰۃ تصور کرتے ہوئے اس پر ۲½ فیصد کے حساب سے ۹۲ء۱ کروڑ روپیہ

کو معدنیات پر زکوٰۃ کا تخمینہ قرار دیں گے۔

۹ - رقوم بشکل | و - بنکوں میں امانتیں (بنک ڈیپازٹس) :- اس سے قبل ہم انفرادی بچت کے اس حصے کے متعلق بیان کر چکے ہیں جس کا تعلق نقدی سے تھا - اب ہم افراد اور تجارتی اور غیر تجارتی اداروں کی بچت اور سرمایہ کاری کے اس شعبہ کے متعلق عرض کریں گے جو یہ ادارے بنکوں میں بحیثیت امانت جمع کرا دیتے ہیں - ایسی تمام رقوم پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

ہمارے بنکوں میں کل امانتوں کی رقم بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۶ء مبلغ ۳۹ ارب ۲۳ کروڑ اور ۱۸ لاکھ بنتی - امانتوں کی یہ کل رقم ان کھاتوں کے بقایا جات کا مجموعہ ہے جو بنکوں میں کھولے جاتے ہیں - یہ کھاتے حکومت کے مختلف ادارے کثیر تعداد میں کھولتے ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ امانتیں جو حکومت کی اپنی ہوں، زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں لہذا بنکوں کی کل امانتوں کو ۶۰ : ۴۰ کی نسبت سے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور فرض کرتے ہیں کہ ۴۰ فیصد رقم کا تعلق حکومت، غیر مسلم اور ان لوگوں سے ہے جو صاحب نصاب نہیں ہیں اور یہ کل رقم ۲۷ء۱۵۶۹ کروڑ روپیہ بنی - بقیہ ۶۰ فیصد رقم ۹۱ء۲۳۵۳ کروڑ روپیہ ہوتی ہے جس کو مندرجہ بالا اصولوں کے تحت محل زکوٰۃ تصور کریں گے جس پر زکوٰۃ ۲½ فیصد شرح کے بموجب مبلغ ۵۸ کروڑ ۸۴ لاکھ اور ۷۷ ہزار روپیہ کے برابر ہوتی۔

ب - پراویڈنٹ فنڈ بیلنس :- مسئلہ یہ ہے کہ اگر تنخواہ میں سے فنڈ کی کٹوتی جبری ہو تو اس قسم کی رقم پر زکوٰۃ صرف اس سال سے لگنا شروع ہو گی جب یہ واپس مل جائے۔ بالفاظ دیگر اگر ملازمت کی شرائط میں سے یہ ایک شرط ہو کہ فنڈ ایک شرح خاص کے مطابق ہر ماہ کاٹا جائے گا تو ایسے فنڈ پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ یہ کل جمع شدہ رقم واپس نہیں مل جاتی - لیکن موجودہ صورت حال قدرے مختلف ہے۔ فنڈ جبری ہو یا نہ ہو، لیکن تنخواہ سے فنڈ کی کٹوتی ضرور ہوتی ہے تاکہ کٹوتی کے مساوی رقم جو ادارہ فنڈ میں دیتا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ دوم فنڈ کے عوض قرضہ کی سہولت عام ہو گئی ہے بعض اداروں میں سو فی صد ہے اور کہیں کچھ کم - ان حالات میں فنڈ کے عوض لیے ہوئے قرضے سال گذرنے سے قبل ہی خرچ ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں - لیکن اگر قرض لینے والا اس رقم کو سرمایہ کاری میں صرف کرتا ہے یا اسے نقد اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تو اس رقم پر (بشرطیکہ بقدر نصاب ہو) ہر سال زکوٰۃ

واجب ہو گی ۔ ہم اس مد سے متوقع رقم کو زکوٰۃ کے تخمینہ میں اس لیے شامل نہیں کر سکے کہ متعلقہ اعداد و شمار مہیا نہیں ۔

ج ۔ انشورنس :۔ یہاں پہ بھی مسئلہ وہی ہے جو پراویڈنٹ فنڈ سے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی اگر انشورنس جبری ہے تو کل رقم واپس ملنے کے بعد ایک سال کی زکوٰۃ نکالنی ہو گی ۔ اور اگر بیمہ خود کرایا گیا ہو تو ہر سال کے خاتمہ پہ جتنی رقم انشورنس کمپنی کو دی جا چکی ہو، اُس کل رقم پہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے ۔ ایک مسلک یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ اس رقم پہ واجب الادا ہے جو نقد موجود ہو اور اگر نہیں تو اس کا فوری حصول یقینی ہو ۔ لہذا اکثر احباب بیمہ پالیسی کی اس رقم کو محل زکوٰۃ قرار دیتے ہیں جو کمپنی بیمہ کرانے کی صورت میں لازمی ادا کرتی ہے ۔ عام طور پہ اسے (SURRENDER VALUES) کہا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

بہر حال اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر بیمہ خود کرایا ہے تو یا تو اس کل رقم پہ زکوٰۃ ہر سال ادا کی جائے جو کمپنی کو سال بہ سال دی جاتی ہے یا پھر بیمہ کی ختم شدہ مالیت پہ جس کا تعین کمپنی سے کیا جا سکتا ہے، زکوٰۃ ادا کی جائے ۔ اس ضمن میں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بیمہ کمپنی کو جو رقوم ادا کی گئی ہیں وہ خود اپنے مرضی سے دی گئیں ۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ ایسی رقوم زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دی جائیں ۔ پاکستان میں زندگی کے بیمہ کی کل رقم ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء تک مبلغ ۵ ارب ۱۳ کروڑ ۶۰ لاکھ روپیہ تھی ۔ اگر ہم صرف ۴ ارب روپیہ پہ زکوٰۃ کی رقم تخمینہ میں شامل کریں تو انشورنس کی مد سے کم و بیش مبلغ ۱۰ کروڑ روپیہ زکوٰۃ وصول ہوتی ہے ۔

زکوٰۃ کی کل متوقع رقم | مختلف شعبہ جات زندگی، اشیاء، تمسکات پہ فرداً فرداً گفتگو کے بعد اب آئیے سب کو جمع کریں تاکہ کل متوقع رقم کا تخمینہ لگایا جا سکے لہذا مندرجہ بالا نتائج پر مبنی ذیل کا خاکہ ملاحظہ ہو ۔

تفصیلات	رقم جس پہ زکوٰۃ محسوب کی جا سکتی ہے	رقم زکوٰۃ
۱ ۔ انفرادی بچت	۸،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰	۲۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
۲ ۔ سونا چاندی	۵،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰	۱۲،۵۰،۰۰،۰۰۰
۳ ۔ بچت کے تمسکات	۹۷،۵۰،۰۰،۰۰۰	------------
ب ۔ بچت کے کھاتے	۱،۳۳،۸۶،۰۰،۰۰۰	------------

	روپے	روپے
ج - سرمایہ کاری کے یونٹس	۶۹،۸۹،۰۰،۰۰۰	---
د - تجارتی اداروں کے حصص	۴،۶۰،۵۳،۰۰،۰۰۰	---
۳ - انعامی بانڈز	۷۹،۸۷،۰۰،۰۰۰	۲۱،۰۴،۱۲،۵۰۰
۴ - اموالِ تجارت	۶،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰	۱۵،۰۰،۰۰،۰۰۰
۵ - زرعی پیداوار	۲۲،۱۹،۱۰،۰۰،۰۰۰	۱،۹۹،۷۱،۹۰،۰۰۰
۶ - مویشی	۹،۶۱،۶۰،۰۰،۰۰۰	۲۴،۰۴،۰۰،۰۰۰
۷ - جواہرات	---	---
۸ معدنیات	۷۶،۹۰،۰۰،۰۰۰	۱،۹۲،۰۰،۰۰۰
۹ - بنکوں میں امانتیں	۲۳،۵۳،۹۱،۰۰،۰۰۰	۵۸،۸۴،۷۷،۰۰۰
ب - پراویڈنٹ فنڈ	---	---
ج - انشورنس	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰	۱۰،۰۰،۰۰،۰۰۰

پاکستان میں زکوٰۃ کی کل رقم کا تخمینہ ———— ۳،۶۳،۰۶،۷۹،۵۰۰

مندرجہ بالا تخمینہ چونکہ بیشتر ان اعداد و شمار پر مبنی ہے جو ۷۵-۱۹۷۴ء سے متعلق ہیں اس لیے یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ کے نفاذ کے بعد ہماری کل زکوٰۃ کم و بیش مبلغ چار ارب روپے ہوگی جو غریبوں کے حق کی حیثیت سے تونگروں سے لی جائے گی۔ اور محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔ ہم میں سے بیشتر خود کو غریبوں کے ہمدرد گردانتے ہیں لیکن یاد رکھیے وہ شخص جو غریبوں کا وہ حق جو اللہ نے اُسے دیا ہے غصب کرتا ہے وہ کسی حالت میں بھی غریبوں کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے دین کا یہ اعجاز ہے کہ ارکانِ دین انسان کو روحانی طور پر شاد کام کرنے کے علاوہ اُسے ایسی کسوٹی بھی عطا کرتے ہیں جس سے وہ رہتی دُنیا تک دوست اور دشمن میں تمیز کر سکتا ہے۔ کاش ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسانات کو تسلیم کرنے والے اور اُس کا شکر ادا کرنے والے ہو جائیں۔